جب ایک بہترین دستور بھی موجود ہوا اور اس کو عملاً نافذ کرنے والی جماعت بھی مثالی کردار کی مالک ہو، وہ تو اس دستور کو کثرت رائے کے ذریعہ نافذ نہ کر سکی تو آج کے دور میں یہ کیونکر ممکن ہے؟

اسلامی نظام کی ترویج کے لیے اقتدار کی ضرورت سے انکار نہیں۔ لیکن رائے عامہ کو صرف تبلیغ کے ذریعے ہموار کرنا اور اس طرح اسلامی انقلاب برپا کرنا خیال خام ہے۔ اس کے لیے ہجرت، جہاد اور دوسرے ذریعے ہی اختیار کرنے پڑیں گے جیسا کہ انبیاء اور مجاہدین اسلام کا دستور رہا ہے۔

جماعت اسلامی پوری نیک نیتی سے اسلامی نظام کی داعی ہے اور جب سے اس جماعت نے عملاً سیاست میں حصہ لینا شروع کیا ہے مندرجہ بالا نظریہ کے مطابق نیک امیدوار کھڑے کرتی رہی ہے، لیکن ہر الیکشن میں ہمیشہ پٹتی ہی رہی ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب یحییٰ خان نے انتخابات کرائے ــــ اور غالباً پاکستان کی پوری تاریخ میں یہی انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوئے تھے ــــ تو انتخابات سے ایک دو روز قبل تک تمام سیاسی مبصرین اور اخبارات کی یہی رائے تھی کہ پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی کا انتخابی مقابلہ برابر کی چوٹ ہے لیکن جب نتیجہ نکلا تو پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی جب کہ جماعت اسلامی کو صرف چار نشستیں مل سکیں۔

ایسے مایوس کن نتائج کی وجہ یہی ذہنی مغالطہ تھا کہ عوام الناس کو محض وعظ و تبلیغ سے نیک بنایا جا سکتا ہے۔ جماعت اسلامی زیادہ سے زیادہ یہ کچھ کر سکتی تھی کہ اسمبلی کی پوری نشستوں کے لیے اتنے ہی بڑے نیک اور صالح نمائندے کھڑے کرے لیکن انہیں ووٹ دینا تو عوام کا کام ہے۔ اس مقام پر جماعت کی پوری کارکردگی بے بسی کا شکار ہو جاتی ہے۔ عوام کی اکثریت زبانی طور پر بے شک جماعت اسلامی کو نیک اور دیانتدار اور اسلام کی داعی جماعت تصور کرے لیکن اسے ووٹ نہیں دے گی۔ ووٹ تو کوئی شخص صرف اس وقت دے سکتا ہے جب اپنے آپ پر اسلام کے نفاذ کو قبول کرے۔

موجودہ طرز انتخاب کی تطہیر

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نمائندے ایسے منتخب کیے جائیں جو اس کے اہل ہوں اور علاوہ ازیں ووٹ دینے کا حق بھی قرآن و سنت کے قاعدہ کے مطابق صرف صالح افراد کو ملنا چاہیے۔ گویا متقی لوگ ہی کھڑے ہوں اور صرف صالحین کو ووٹ کا حق ہو تو اس طرح بہتر نتائج کی پوری توقع ہے۔